علم نظم قرآن، ارتقاء اور اس کے فوائد و ثمرات

کلثوم بی بی*
پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید عباسی**

ABSTRACT

One of the principles of the Qur'an is the knowledge of the Qur'an, which is based on the principle behind the order of the Quran.Knowledge Poetry is one of the most important knowledge of the Quran. Which means to relate the connection and relation found in the words, verses and Surahs of the Holy Qur'an, that is, the verses of the Qur'an itself have beauty and charm and it is also a structured and integrated word. Which the Lord of the Worlds sent down to guide people. This knowledge is also remembered in connection with the verses, theories, theories, and the names of the adjectives. Understandably, its usefulness in the Qur'an is Muslim, because the Qur'an is a universal message, the universality of this message and the universality of the message and the verses of the Qur'an are twisted because when we interpret the Qur'an itself with its internal words and idioms, if you do, it will be easier to understand

Knowledge of the Qur'an is not just a literal knowledge that has nothing to do with practical life and is not only a reason for the increase of information, but it is a milestone for understanding the Quranic meaning and the Qur'an. The sheer number of greatness and virtues can never be understood by mere sight of this knowledge. This knowledge is also a central source of connection with the Qur'an and the key to understanding the Qur'anic message. Therefore, we can say that the importance of this knowledge has increased greatly in contemporary commentary and interpretation of the Quran and with the help of it we can eliminate many jurisprudence and professional differences.

---

* ریسرچ اسکالر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
** صدر شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

نظم قرآن کا مفہوم

نظم کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور لفظ نظم کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"النظم التاليف...نظمت اللؤلؤ اى جمعته فى السلك، والتنظيم مثله...وكل شيى قرنته بآخر أو ضممت بعضه الى بعض فقد نظمته"(۱)

نظم کا مطلب پرونا ہے جب کہا جائے "نظمت اللوٴلوٴs" تو اس کا مطلب ہے میں نے موتی کو دھاگے میں جمع کیا اور اسی معنی میں تنظیم کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جسے تو کسی اور چیز کے ساتھ ملا دے یا اس کے کچھ حصے سے جوڑ دے تو اس کو نظم کہا جائے گا۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی لفظ نظم کے لغوی معنی یوں بیان کرتے ہیں:

"النظم التاليف وضم شىء الى شىء آخر ونظم اللؤلؤ ينظمه نظام و نظمه الفه وجمعه فيسلك فانتظم وتنظم والنظام كل خيط ينظم به اللؤلؤ ونحوه"(۲)

نظم کے معنی ہیں جوڑنا اور کسی چیز کو دوسری چیز سے ملانا۔ نظم ا اللؤلؤ ينظمه نظما و نظمه کے معنی ہیں کسی دھاگے میں اس طرح موتیوں کو پرونا کہ ایک دوسرے سے مربوط ہو جائیں اور نظام اس دھاگے کو کہتے ہیں جس میں موتی اور اس طرح کی چیزیں پروئی جاتی ہیں۔

نظم کے لغوی معانی میں یہ مفہوم زیادہ نکھر کر سامنے آتا ہے کہ نظم دراصل دھاگے یا اس قسم کی چیز کو کہتے ہیں جس میں موتی پروئے جائیں۔ ایک حماسی شاعر کہتا ہے:

هل هملت عيناي فى الدار غدوة بدمع كنظم اللؤلؤ المتهالك(۳)

صبح سویرے ہی گھر میں میری آنکھوں نے ایسے آنسو بہانا شروع کر دیے جیسے کسی لڑی سے موتی گرتے ہیں۔

گویا نظم کا لغوی معنی باہم ملانا، ترتیب دینا، منسلک کرنا ہے اور موتی کو لڑی میں پرونا وغیرہ ہے۔ اسی طرح تنظیم کا لفظ استعمال ہوتا ہے، ہر وہ چیز جو آپ کسی چیز کے ساتھ جوڑ دیں یا اس کے بعض حصے کو بعض کے ساتھ ملا دیں تو اسے نظم کہا جائے گا۔ نظام وہ دھاگہ یا چیز ہے جس میں موتی یا کسی اور چیز کو پرو دیا جائے، اسی طرح نظام کے معنی طریق کار اور عادت کے بھی آتے ہیں۔ ان کے معاملے میں کوئی نظام نہیں، یعنی ان کے معاملہ میں کوئی سلیقہ، ربط اور درستی نہیں۔

---

(۱) ابن منظور، افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، مادہ نظم، داراحیاء التراث العربی، بیروت

(۲) فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، دار الحدیث القاہرہ، ۴/ ۱۴

(۳) ابو تمام، حبیب الرحمن اوس الطائی، دیوان الحماسہ مع شرح تبریزی، دار القلم، بیروت، ۲/ ۱۰۶

نظم کا اصطلاحی مفہوم

علامہ شریف جرجانی نظم کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"تالیف الکلمات والجمل مرتبة المعانی متناسبة الدلالات علی حسب ما یقتضیه العقل"(۱)

مرتب معانی اور متناسب دلالات والے کلموں اور جملوں کو عقلی تقاضوں کے مطابق جوڑنا۔

فلسفہ نظم قرآن کے منفرد شارح اور ترجمان علامہ حمید الدین فراہی(۲) نظم کے لیے نظام کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ آپ نظم کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرادنا بالنظام ان تکون السورة کاملا واحدا ثم تکون ذات مناسبة بالسورة السابقة واللاحقة او بالتی قبلها وبعدها علی بعد ما کما قدمنا فی نظم الآیات بعضها مع بعض فکما ان الآیات ربما تکون معترضة فکذلك ربما تکون السور معترضة وعلی هذا الاصل تری القرآن کله کلاما واحدا ذا مناسبة وترتیب فی اجزائه من الاول"(۳)

نظام سے ہماری مراد یہ ہے کہ پوری سورہ ایک مکمل وحدت کی صورت میں ظاہر ہو۔ یہی نہیں بلکہ وہ سورہ یا تو اپنے ماقبل ومابعد سورتوں سے مناسبت رکھتی ہو، جیسا کہ بعض آیات کے بعض آیات کے ساتھ نظم کے سلسلہ میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ چنانچہ جس طرح بعض آیات بطور جملہ معترضہ آجاتی ہیں اس طرح بعض سورتیں بھی اسی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو پورا قرآن ایک وحدت نظر آئے گا جس کے جملہ اجزا میں شروع سے آخر تک ایک خاص طرح کی مناسبت اور ترتیب پائی جاتی ہے۔

نظم کے مترادفات

اصطلاحی معنی میں نظم کا لفظ مناسبت کے مترادفات کے طور پر استعمال ہوتا ہے یعنی نظم القرآن اور مناسبات القرآن کی اصطلاحیں مترادفات کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ مفسرین کے نزدیک نظم اور مناسبت ایک دوسرے کے مترادف ہیں امام سیوطی اور امام زرکشی نے اس علم کے لیے نظم قرآن اور علم المناسبة کی

---

(۱) جرجانی، علی بن محمد بن علی، کتاب التعریفات، باب نون، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول: ۱۹۸۳ء، ص:۲۴۲،

(۲) آپ ۱۲۸۰ھ میں ضلع اعظم گڑھ یو۔پی۔ بھارت کے ایک گاؤں پھریہا میں پیدا ہوئے۔ ان کا ایک نام عبد الحمید بھی تھا۔ ابتدائی تعلیم علامہ شبلی نعمانی سے حاصل کی۔ پھر لکھنؤ اور لاہور گئے، بہت بڑے مفسر اور شاعر تھے۔ ان کی مشہور تصانیف میں دلائل النظام اور الرأی الصحیح فی من ہو الذبیح شامل ہیں آپ ۱۳۴۹ھ میں فوت ہوئے۔ (اصلاحی، مولانا امین احسن، مقدمہ تفاسیر فراہی، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص:۲۴)

(۳) فراہی، عبد الحمید، رسائل الامام الفراہی فی علوم القرآن، دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ، طبع سوم: ۲۰۰۵ء، ص:۸۷

اصطلاح استعمال کی ہے۔ مفسرین کے نزدیک اس علم کے دیگر مترادفات بھی ہیں جن میں سے زیادہ مشہور تناسق وتوافق اور ربط قرآن قابل ذکر ہیں۔

نظم قرآن کا آغاز وارتقاء

علم نظم قرآن اور ربط و مناسبت کی اساسیات دیگر علوم شرعیہ کی طرح قرونِ اولیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ البتہ اس دور میں دیگر علوم کی طرح اس علم کو بھی منظم طور پر بیان کرنے کا نہ داعیہ موجود تھا اور نہ ہی اسے مرتب کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآنِ مجید کی آیات مبارکات کو توقیفی ترتیب سے لکھوادیا تھا، آپ ﷺ کا صحابہ کرام کو فرمایا:

"ضعوا هذه الآية فى السورة التى يذكر كذا وكذا"(۱)

ان آیات کو اس آیت سے پہلے اور اس آیت کے بعد لکھ دیں۔

جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آیات کو آیات کے باہم پیوست کرنے میں کوئی حکمت ضرور پنہاں ہے، اور علم ربط و مناسبت اسی حکمت کے اظہار کا نام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآنِ مجید کو باہم مربوط ہی پڑھا، لکھا اور سیکھا تھا، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا ہے:

"ان الصحابة حفظوا و درسوا القرآن وفق نفس الترتيب الذى عينه الرسول صلى الله عليه وسلم"(۲)

یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی ترتیب کے مطابق قرآن مجید کو یاد کیا اور پڑھا جو نبی کریم ﷺ نے لکھوائی تھی۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا جو علم نظم قرآن کے لیے نشان راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"اذا حدثت عن الله حديثا فقف حتى تنظر ما قبله، وما بعده"(۳)

جب تم اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرو تو اس کے بعد ما قبل اور مابعد پر غور کرلو۔

اگر ہم عہد تابعین کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی مباحث زیادہ تر تفسیری احادیث و آثار، اور اقوال صحابہ تک محدود تھیں جو فقہی احکام اور اسبابِ نزول سے متعلق ہوا کرتی تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان مباحث کا دائرہ وسیع ہوا اور لغت و معانی پر بحث ہونے لگی۔ اسی طرح قصص قرآنی کی تشریح میں اسرائیلی روایات بھی تفسیری ذخیرے کا حصہ بنیں۔

بنو امیہ کے عہد میں جو کتب تصنیف ہوئیں ان میں نقل پر اعتماد نمایاں تھا۔ بنو عباس کے عروج کے ساتھ

---

(۱) احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، دار المعارف، للطباعۃ والنشر، ۱۹۴۹ء، ۱/ ۵۴

(۲) سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، دار الفجر للتراث، قاہرہ، ۱۴۲۷ھ، ۱/ ۹۹

(۳) ابن کثیر، عماد الدین، عمدۃ التفسیر، احمد محمد شاکر، دار المعارف، مصر، ۱/ ۴۸

عرب و عجم کے اختلاط میں اضافہ ہوا تو مختلف ثقافتوں سے عربی فکر متاثر ہوئی اور ادبا میں وسعت نظر اور عقلیت پسندی کا رجحان پیدا ہوا، اسی طرح اہل تفسیر بھی قرآنِ مجید کے ادبی جمال اور معنوی محاسن کو اجاگر کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور تفسیری کتب کی تصنیف کا انداز بدلا۔ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں معتزلہ کے ایک امام ابراہیم نظام (م ۲۲۲ھ) نے اعجاز قرآن کی بحث میں دلیل صرفہ پیش کی جس کی تردید میں اس کے شاگرد جاحظ (م ۲۵۵) نے نظم القرآن لکھی اور قرآنِ مجید کے اسلوب بلاغت کو معجزہ قرار دیا۔ اس کا ذکر خود جاحظ نے اپنی دیگر کتابوں میں کیا ہے، ایک جگہ جاحظ لکھتے ہیں:

> ”تم نے نظم قرآن پر حجت قائم کرنے کے لیے میری کتاب کی عجیب تالیف اور اس کی خوش نما ترکیب پر عیب جوئی کی ہے۔“[۱]

ابن خیاط معتزلی نے جاحظ کی کتاب کے بارے میں کہا:

> ”جاحظ کی کتاب کے علاوہ نظم قرآن کے لیے حجت اور اس کی عجیب تالیف میں کوئی کتاب معروف نہیں ہے۔ وہ محمد ﷺ کے لیے ان کی نبوت کی حجت ہے۔“[۲]

ڈاکٹر شوقی ضیف لکھتے ہیں:

> ”غالباً جاحظ پہلے ادیب ہیں جنھوں نے قرآنِ مجید کے بلاغی اعجاز پر کتاب لکھی، اس کی تائید میں اور ادیبوں نے بھی قلم اٹھایا“[۳]

ابن الندیم محمد بن اسحاق نے نظم القرآن کے حوالے سے دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ نظم القرآن از ابن الاخشید، اور محمد بن یزید واسطی کی ”اعجاز القرآن فی نظمہ و تالیفہ“ کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ ہم تک نہیں پہنچیں۔[۴]

۲۔ حسن بن علی بن نصر طوسی کی کتاب نظم القرآن جو ہم تک نہیں پہنچی۔[۵]

ابو علی حسن بن یحییٰ بن نصر جرجانی کی دو جلدوں میں ”نظم القرآن“[۶] اور عبد اللہ بن ابی داود سلیمان سجستانی کی نظم

---

(۱) جاحظ، عمرو بن بحر، الحیوان، تحقیق عبد السلام ہارون، قاہرہ، مصر، ۱۹۳۸ء، ۱/ ۹

(۲) ابن خیاط، الانتصار والرد علی ابن الراوندی الملحد، بیروت، لبنان، ۱۹۵۷ء، ص: ۱۱۱

(۳) شوقی، ضیف، دکتور، البلاغۃ تطور و تاریخ، دار المعارف، قاہرہ، طبع نہم، ص: ۵۲

(۴) ابن ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست، تحقیق: رضا تجدد، طہران، ۱۹۷۱ء، ص: ۶۳

(۵) داؤدی، محمد بن علی بن حمد، طبقات المفسرین، تحقیق: علی محمد عمر، قاہرہ، مصر، ۱۹۷۲ء، ۱/ ۱۳۸

(۶) سہمی، حمزہ بن یوسف، تاریخ جرجان، حیدر آباد، ۱۹۶۷ء، ص: ۱۸۶

القرآن، کے موضوع پر کتاب بھی ہم تک نہیں پہنچ سکی۔(۱)

مگر اس موضوع پر جس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی وہ ابن قتیبہ کی تاویل مشکل القرآن ہے۔ ان تصانیف سے قرآنِ مجید کے بیانی اعجاز کے دلائل میں بڑا اضافہ ہوا اور اس موضوع پر تالیفات کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا، یہ وہ زمانہ تھا جب علوم کی فن واری تقسیم کے خطوط اپنا نقش جمارہے تھے چنانچہ دوسرے علوم کی طرح قرآنی علوم میں بھی مختلف موضوعات پر تصنیف و تالیف کا رجحان بڑھا۔

اس تصنیف کے بعد یہ فکر عام ہوا کہ قرآنِ مجید کا اصل اعجاز اس کے نظم اور اسلوب بلاغت میں ہے۔ الواسطی کے بعد ابو الحسن علی بن عیسیٰ الرمانی (م ۳۸۴ھ) کی کتاب "النکت فی اعجاز القرآن" سامنے آئی جس میں بلاغی اصولوں کو تفصیل سے پیش کیا گیا اور قرآنی آیات کی مثالوں سے اعجاز بلاغت کو ثابت کیا گیا۔ الرمانی نے بلاغی اصولوں میں تاثیر نفسی کے نکتہ کا اضافہ کیا اور اسے بلاغت قرآن کا اہم نکتہ قرار دیا۔(۲)

تیسری صدی ہجری کے آخر تک جو کتابیں معرضِ وجود میں آئیں ان میں اعجاز کی بحث ایک خاص نہج سے آگے نہیں تھی۔ قدیم عربی زبان و ادب میں تنقید کی کچھ حدود تھیں، جن کے مطابق کسی تصنیفی کام کے فنی محاسن جانچنے کے لیے ہر جزء کا جداگانہ تجزیہ کیا جاتا تھا اور کلام کی تحسین کل کی بجائے جزء کی روشنی میں کی جاتی تھی۔

قرآنِ مجید کے اعجاز بلاغت کے اثبات کے لیے جو کتب لکھی گئیں ان میں بھی یہی انداز غالب رہا، مگر زبان و ادب کی قدریں بدلتی رہتی ہیں۔ اُسلوب اور طریق تعبیر ہر دور میں یکساں نہیں رہتا۔ فصاحت و بلاغت کے سانچے بگڑتے اور سنورتے رہتے ہیں، البتہ ہر زبان کے ادب کی کچھ بنیادی قدریں ہوتی ہیں۔ جنہیں زبان و ادب کی روح کہا جاتا ہے، اور زبان و ادب کی یہ روح قرآن مجید میں ہر دور میں بدرجہ اتم موجود رہی ہے۔

البتہ متقدمین میں سے جن اصحاب علم نے اس سلسلہ میں کلام کیا ہے ان میں تیسری صدی کے امام جاحظ نے اپنی کتاب کا نام "نظم القرآن" رکھا۔ امام ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) نے تاویل مشکل القرآن تالیف کی۔

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی کے آغاز میں تفسیری ادب کے اولین مفسر علامہ ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) نظم قرآن کے متعلق اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

> "جن بہترین معانی کی بدولت ہماری کتاب (قرآن) ما قبل کی ساری کتابوں سے بڑھ گئی ہے وہ اس کا عجیب و غریب نظم اور شان دار تالیف و ترتیب ہے جس کی ایک چھوٹی سورت کے مثل

---

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، تحقیق: بشار عواد، معروف دار المغرب الاسلامی، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۱۱/۱۳۶

(۲) صبحی صالح، علوم القرآن، ملک سنز، ناشران کتب، فیصل آباد، طبع چہارم: ۱۹۹۴ء، ص: ۴۰۱

پیدا کرنے سے خطبائے زمانہ عاجز اور اس کی تالیف و ترتیب سے شعراء حیرت زدہ رہ گئے"[۱]

چوتھی صدی ہجری کے ربع اول کے ایک محقق شیخ ابو بکر نیشاپوری (م۳۲۴ھ) کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے آیات اور سورتوں میں مناسبات سے متعلق سوالات اٹھائے اور ان میں باہمی وجوہ اور حکمتوں پر بحث کا دروازہ کھولا اور اس جدید نہج سے قرآنِ مجید کا مطالعہ کرنے پر زور دیا۔ آپ اہل عراق کی اس علم سے غفلت برتنے کی شکایت کیا کرتے تھے۔

امام زرکشی نے شیخ ابو الحسن شہرابانی کے حوالے سے لکھا ہے:

"اول من أظهر ببغداد علم المناسبة، ولم نكن سمعناه من غيره هو الشيخ الإمام ابو بكر النيسابورى وكان غزير العلم فى الشريعة والأدب، وكان يقول على الكرسى إذا قرأ عليه الآية: لم جعلت هذه الآية إلى جنب هذه الآية؟ وما الحكمة فى جعل هذه السورة إلى جنب هذه السورة؟ وكان يزرى على علماء بغداد لعدم علمهم بالمناسبة"[۲]

بغداد میں سب سے پہلے شیخ ابو بکر نیشاپوری (ابو عبداللہ بن محمد بن زیاد) نے علم مناسبات کو ظاہر کیا تھا، جو بڑے ذی علم شخص، شریعت اور ادب کے بڑے ماہر تھے، آپ آیۃ الکرسی کی بابت جب ان کے سامنے پڑھی جاتی یہ کہا کرتے تھے کہ یہ آیت اس آیت کے پہلو میں کیوں رکھی گئی؟ اور اس سورۃ کو فلاں سورۃ کے برابر اور پہلو بہ پہلو لانے کی کیا حکمت ہے؟ شیخ مذکور بغداد کے علماء کا اس علم سے غفلت برتنے کی شکایت کیا کرتے تھے۔

امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں نظم قرآنی کو بیان فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

"میں نے سورۃ الفاتحہ کی ابتدا سے لے کر سورۃ البقرۃ تک نظم بیان کر دیا ہے کہ قرآنِ مجید نے بسم اللہ سے ابتدا فرمائی پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، دعا اور اس کی طرف رغبت کی تعلیم دی کہ ہم اس ہدایت کے طالب ہوں جو اس کی معرفت، جنت اور رضوان کی طرف لے جانے والی ہے، جو اس راستہ سے جدا ہے جو غضب کے مستحقین اور اس کے شکر، معرفت اور نعمتوں سے گمراہ ہیں، پھر سورۃ البقرۃ میں مومنین کے اوصاف بیان فرمائے، پھر کفار کے اوصاف بیان فرمائے، پھر منافقین کے اور ان کی امثلہ بیان فرمائیں"[۳]

---

(۱) طبری، ابن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، البابی الحلبی، مصر، ۱/۶۵

(۲) سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ص:۹۷۶

(۳) جصاص، ابو بکر، ابن العربی، احکام القرآن، دار الفکر، بیروت، ۱/۲۱

پانچویں صدی میں امام عبد القاہر جرجانی (م ۴۷۱ھ) نے "دلائل الاعجاز" لکھ کر ثابت کیا کہ بلاغت کلام کا اصل مرجع نظم کلام کے خصائص میں ہے۔

پھر چھٹی صدی ہجری کے دو ممتاز مفسرین نے اس فکر کو وسعت دینے میں خاص توجہ دی، ان میں سے ایک امام زمخشری (م ۵۳۷ھ) ہیں جنھوں نے مناسبات آیات کو بلاغتِ قرآنی کا جز قرار دیا اور اس کے مخفی پہلوؤں کو اپنی کتاب "تفسیر الکشاف" میں بیان کیا۔[۱]

دوسرے محقق قاضی ابو بکر ابن العربی (م ۵۴۳ھ) ہیں، جو علم مناسبہ کو عظیم علم قرار دیتے ہیں اور وہ پہلے مفسر ہیں جو آیات میں اس درجہ ربط اور پیوستگی کے قائل ہیں کہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید کلمہ واحدہ کی مانند ہے جس میں آیات باہم وحدتِ بسیط کی طرح مربوط ہیں۔

امام زرکشی نے بیان کیا ہے کہ امام ابن العربی نے اپنی کتاب "سراج المریدین" میں لکھا ہے:

" ارتباط آى القرآن بعضها ببعض حتى تكون كالكلمة الواحدة، متسقة المعانى، منتظمة المبانى علم عظيم، لم يتعرض له إلا عالم واحد عمل فيه سورة البقرة، ثم فتح الله عزوجل لنا، فلما لم نجد له حملة ورأينا الخلق بأوصاف البطلة ختمنا عليه، وجعلناه بيننا وبين الله، ورددناه اليه"[۲]

قرآنِ مجید کی آیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ یوں ربط دینا کہ وہ سب مل کر ایک باہم مناسبت رکھنے والے الفاظ اور مسلسل معانی کا ایک کلمہ ہو جائے۔ نہایت شریف اور عظیم علم ہے اور بجز ایک عالم کے کسی نے اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا ہے، انھوں نے بھی سورۃ البقرۃ میں اس کو استعمال کیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دروازہ ہم پر کھول دیا مگر جب ہم نے اس کے واسطے کوئی اٹھانے والا شخص نہیں پایا۔ تمام خلق کو سست و کاہل لوگوں کی طرح دیکھا تو اس بحث کو مہر کر کے تہہ کر رکھا اور یہ رمز اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہی تک محدود رکھا اور اسی کی طرف لوٹا دیا۔

علم نظم قرآن اور ربط و مناسبت کی سب سے زیادہ اہمیت امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) کی تفسیر مفاتیح الغیب سے حاصل ہوئی، جس میں نظم و ربط آیات پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور جملوں کی تقدیم و تاخیر، صیغوں کے اختلاف اور الفاظ کے وصل و فصل کے معمولی فرق سے بے شمار اسرار و رموز بے نقاب کیے گئے۔ امام رازی ترتیب اور نظم آیات کو الفاظ و معانی کی طرح معجزہ قرار دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ جو لوگ قرآنِ مجید کے اُسلوب کو معجزہ قرار دیتے ہیں اس سے ان کی مراد ترتیب اور نظم آیات ہی کا اعجاز ہے۔

---

(۱) ڈاکٹر شوقی ضیف، البلاغۃ تطور و تاریخ، دار المعارف، مصر، ص:۲۲۰

(۲) سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ص:۹۷۶

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ومن تأمل فی لطائف نظم هذه السورة وفی بدائع ترتيبها علم ان القرآن كما أنه معجزه بحسب فصاحة لفاظه و شرف معانيه فهو أيضاً معجز بحسب ترتيبه و نظم آياته ولعل الذين قالوا: إنه معجز بحسب أسلوبه أرادوا ذلك إلا انى رأيت جمهور المفسرين معرضين عن هذه اللطائف غير متنبهين لهذه الأسرار"(۱)

جو شخص اس سورۃ (بقرہ) کے نظم کے لطائف اور اس کی ترتیب کے بدائع میں تامل کرے گا وہ بخوبی معلوم کر لے گا کہ جس طرح پر قرآنِ مجید اپنے الفاظ کی فصاحت اور اپنے معانی کے شرف کے سبب سے معجزہ ہے وہ اپنی ترتیب اور نظم آیات کے اعتبار سے بھی معجزہ ہے اور شائد کہ جن لوگوں نے قرآنِ مجید کو اُسلوب بیان کی وجہ سے معجزہ ہونا بیان کیا ہے انھوں نے یہی بات مراد لی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی، مگر افسوس کی بات ہے کہ میں نے عام مفسرین کو ان لطائف سے روگردانی کرنے والا اوران اسرار پر توجہ نہ کرنے والا دیکھا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیش رو امام نیشاپوری کی طرح اپنے عہد کے مفسرین کو ملامت کرتے ہیں جو اپنی نظر کی تنگی کے سبب اس علم کی قدر شناسی سے قاصر ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کی حالت اس شعر کے مطابق ہے:

والنجم تستصغر الأبصارصورته　　　والذنب للطرف لا للنجم فی الصغر(۲)

نگاہیں ستارے کو چھوٹا دیکھتی ہیں حالانکہ چھوٹا نظر آنے میں قصور نگاہوں کا ہے ستارے کا نہیں۔

ابن العربی (م ۵۴۳ھ) نے اپنی تفسیر کی ابتدا "الحمد الله الذى جعل مناظم كلامه"(۳) "فمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنا کلام نظم والا بنایا" سے کی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ نظم قرآن کریم کے زبردست حامی تھے۔

آٹھویں صدی ہجری کے شیخ ابو جعفر بن زبیر غرناطی (م ۷۰۸ھ) نے اس موضوع پر ایک کتاب تالیف کی ہے، جس کا نام "البرهان فی مناسبة ترتيب سور القرآن" ہے۔(۴)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

"وما السبك فهو ان تتعلق كلمات البيت أو الرسالة أو الخطبة بعضها ببعض من اوله الى آخره ولهذا قيل: خير الكلام المسبوك المحبوك الذى يأخذ بعضه بركاب

(۱) رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیہ، طہران، ۷/۱۲۸

(۲) فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، مکتب الاعلام اسلامیۃ، ۱۴۱۱ھ، ۳/۱۰۶

(۳) ابن العربی، محی الدین، احکام القرآن، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، ۱/۳۲۱

(۴) البرہان فی علوم القرآن، ص: ۴۲

بعض، والقرآن العظیم آیاته کلها کذلك فا عرفه"(۱)

کلام کا حسن یہ ہے کہ خواہ کوئی شعر ہو، خط ہو یا خطبہ، ان کے کلمات ابتداء سے انتہاء تک ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بہترین کلام وہ ہے جس کے اجزاء باہم دگر آپس میں مربوط ہوں۔ قرآن عظیم کی تمام آیات کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

"قرآنِ مجید کی ہر سورت کی آیات باہم مربوط ہیں، سورتوں کی ترتیب محکم ہے اور مکمل قرآنِ مجید کلام واحد کی صورت ہے"(۲)

اس صدی میں ہمیں برصغیر میں علامہ علاؤالدین مہائمی (م ۸۳۵ھ) کا نام ملتا ہے، جنھوں نے مناسبات آیات ہی کے موضوع کو پیش نظر رکھ کر مکمل تفسیر قرآن مرتب فرمائی جس کا نام "تبصیر الرحمان وتیسیر المنان" رکھا۔ اپنی اس خصوصیت کے لحاظ سے یہ تفسیر بے مثل ہے۔ مفسر مہائمی نے اپنی تفسیر میں یہ التزام بھی فرمایا کہ ہر سورت کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ایسے معانی بیان کیے جائیں جن کا اس سورۃ کے مرکزی مضمون سے گہرا تعلق ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنی تفسیر میں ربط کلمات، نظم و ترتیب آیات کے متعلق ایسے نکات اور لطائف جمع کر دیے ہیں جو ان سے پہلے کسی کی دسترس میں نہ آسکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر خاص احسان فرمایا اور انہیں یہ توفیق بخشی کہ نظم قرآن کے مخفی گوشوں کو ظاہر کریں اور ان کے جمال اور اعجاز کو آشکار کریں"(۳)

نویں صدی ہجری کے امام برہان الدین ابن عمر البقاعی (م ۸۸۵ھ) کی اس فن پر لکھی جانے والی ایک اہم کتاب ہے جس کا نام "نظم الدرر فی تناسب الآی والسور" ہے۔، اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب کوئی تصنیف نہیں ہے اور یہ قرآنِ مجید کا محیر العقول خزانہ ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی تصنیف پر چودہ سال صرف کیے ہیں۔

دسویں صدی ہجری میں امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اس علم کی طرف خاص توجہ دی اور اس علم نے جو وسعت ان کے عہد تک اختیار کی تھی، اس کو سمیٹنے کی اہم خدمت سرانجام دی۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ربط و مناسبت آیات و سور پر اپنی نوعیت کا منفرد کام کیا ہے، اس موضوع آپ کی

(۱) ابن قیم، کتاب الفوائد، دار النشر الکتب الاسلامیہ، پاکستان، ص:۲۲۴

(۲) شاطبی، ابو اسحاق ابراہیم، الموافقات فی اصول الشریعۃ، تحقیق: عبداللہ دراز، دار المعرفہ، بیروت، طبع دوم:۱۹۹۶ء، ۳/۳۶۷

(۳) تبصیر الرحمن و تیسر المنان، ۱/۳

چار کتابیں ہیں۔

۱۔ "قطف الازھارفی کشف الاسرار"،احمد بن محمد الحمادی کی تحقیق سے۔

۲۔ "اسرار ترتیب سور ا لقرآن"،رضی فرج الھامی کی تحقیق سے۔

۳۔ "تناسق الدرر فی تناسب السور"،عبد اللہ محمد الدرویش کی تحقیق سے

۴۔ "مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع"دکتور محمد بن عمر بازمول کی تحقیق سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

اسی صدی ہجری میں محمد بن احمد خطیب شربینی مصری (م۹۷۷ھ) نے بھی اپنی تفسیر "السراج المنیر فی الاعانة علی معرفة بعض معانی کلام ربنا الحکیم الخبیر" میں ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا الگ الگ معنی کیا ہے۔

تیرہویں صدی ہجری میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبد العزیز (م۱۲۳۹ھ) کی فارسی زبان میں تفسیر "فتح العزیز" اسرار و حکم اور ربط آیات کا اعلیٰ مخزن قرار دی جاتی ہے۔اسی صدی میں بغداد کے مشہور عالم، سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ(م۱۲۷۰ھ) نے اپنی تفسیر "روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی" مرتب فرمائی جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے اور سابقہ تفاسیر کے اہم مباحث کی جامع ہے۔علامہ آلوسی نے یہ کوشش فرمائی ہے کہ آیت سے متعلق کوئی علمی گوشہ تشنہ نہ رہے۔اس تفسیر میں نظم و ارتباط کو بھی بہترین عبارت میں بیان کرنے پر خاص توجہ دی گئی ہے۔

چودھویں صدی ہجری میں تصانیف میں ایک نیا رنگ ابھرا ہے جسے ہم ادبی اور اجتماعی اسلوب کا نام دے سکتے ہیں، اس طرز تفسیر کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ اس میں پر کشش انداز میں ان مطالب و معانی پر توجہ دی گئی ہے جو قرآن کا اصلی مقصود اور نصب العین ہے، جس میں انسانیت کے اجتماعی اور عمرانی مسائل پر قرآنی نصوص کا انطباق کیا گیا ہے۔ شیخ محمد عبدہ (م۱۳۵۴ھ) کو اس تفسیری مکتب فکر کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔[1] شیخ نے نظم قرآن سے متعلق محیر العقول حقائق کا انکشاف کیا اور ایسے اصول وضع کیے جس سے تفسیری رجحانات میں قابل قدر تبدیلی پیدا ہوئی۔

آپ کے منہاج کو آپ کے شاگردوں میں سے محمد ابن مصطفی مراغی (م۱۳۶۴ھ) نے اپنی تفسیر میں بڑی خوبی سے اپنا لیا۔ آپ کے ایک اور شاگرد ڈاکٹر عبد اللہ دراز کی تیسویں پارے کی تفسیر "النبا العظیم" اس فن میں قابل قدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے جو دارالقلم کویت سے شائع ہوئی۔ ڈاکٹر عبد اللہ دراز کے تلامذہ میں سے دکتور عبداللہ شحاتہ کی "اھداف کل سورۃ و مقاصدھا فی القرآن الکریم" بھی اس موضوع سے متعلق ہے۔جو الھئیۃ المصریہ

---

(۱) ذہبی، محمد حسین، دکتور، تاریخ تفسیر و مفسرین، مترجم: غلام احمد حریری، کشمیر بک ڈپو، فیصل آباد، ۱۹۹۶ء، ص:۶۷۶

کی زیر نگرانی شائع ہو چکی ہے۔ آپ کے تفسیری لیکچروں کو آپ کے شاگرد علامہ محمد رشید رضا(م ۱۳۵۴ھ) قلم بند کرتے تھے اور رسالہ "المنار" میں شائع کرتے تھے۔ یہ سلسلہ سورۃ النساء تک پہنچا تھا کہ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔

برصغیر پاک وہند کی اہم شخصیات بھی اس فن میں کسی سے پیچھے نہ تھیں جنھوں نے اس باب میں نہایت اہم خدمات سر انجام دی ہیں جن میں درج ذیل شخصیات قابل ذکر ہیں:

علامہ حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فراہی نظم قرآن کے ماہر اور محرم راز سمجھے جاتے ہیں، آپ نے قرآن مجید فہمی کے سلسلہ میں ربط و مناسبت کے اصولوں کی وضاحت کے لیے دلائل النظام لکھی۔ مولانا کی عمر نے وفا نہ کی اور اپنی اکثر تصانیف کی تکمیل نہ فرما سکے آپ کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی نے آپ کے کام کو آگے بڑھایا اور تدبر قرآن لکھ کر ارتباط اور نظم کے باب میں ایک قابل قدر اضافہ کیا۔

آپ نے اپنی عمر کے چالیس سال پوری جاں فشانی کے ساتھ تدبر قرآن پر صرف کیے۔ وہ اپنے عمیق مطالعہ، عبقریت اور ذہانت کی بناء پر اپنے بہت سے معاصرین پر سبقت رکھتے ہیں۔ مولانا کی رائے ہے کہ قرآنِ مجید کی ہر سورۃ کا ایک مرکزی مضمون ہے جو مطالب سورۃ کی شیرازہ بندی کا کام دیتا ہے، اس کے تمام مضامین کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے اور تمام بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کر کے ان سے ایک خوبصورت ہار تیار کر دیتا ہے۔ عمود کا سر رشتہ پوری سورۃ کو کثرت مضامین کے باوجود ایک وحدت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ تمام وجوہ سے قرآنِ مجید کے اعجاز کے قائل ہیں۔ امام ابن العربی اور امام رازی کی طرح آپ نے قرآنی مفردات، ترتیب، ترکیب، اور حقائق و مقاصد اور مناسبات کی بعض دقیق اور مشکل وجوہ کا حل تلاش کیا اور اہم نکات کا اضافہ کیا۔ اس ضمن میں آپ نے "مشکلات القرآن" بھی تحریر فرمائی۔ جسے آپ کے شاگرد مولانا یوسف بنوری نے اضافہ کے ساتھ یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن کے نام سے شائع کیا۔[1]

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں ربط آیات و سور کو خاص اہمیت دی ہے اور اسی خاص موضوع پر آپ نے اُردو میں سبیل النجاح کے عنوان سے ایک رسالہ تحریر فرمایا اور عربی میں سبق الغایات فی نسق الآیات کے

(۱) بنوری، مولانا یوسف، یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن، جمال پریس، دہلی، ص:۶۷

نام سے دوسرا رسالہ تحریر فرمایا[۱]

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو ربط آیات و سور پر خصوصی مہارت و امتیاز حاصل ہے اس موضوع پر آپ کی یادگار املائی تصنیف "بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان" ہے جس میں ابتدائے قرآنِ مجید سے آخر تک کی سورتوں کے علیحدہ علیحدہ ارتباط و تناسب پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آپ نے چالیس سال سے زائد عرصہ تک تفسیری موضوعات پر غور و فکر فرمایا۔ آپ کے تفسیری امالی آپ کے شاگرد مولانا محمد نذر شاہ عباسی اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نے مرتب کیے۔

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے قرآنِ مجید میں نظم کے مسئلہ پر کم و بیش چالیس سال تک غور خوض فرمایا۔ آپ نے شاہ ولی اللہ کی حکمت کی روشنی میں قرآنِ مجید کے چند مقاصد متعین کیے ہیں، پھر ان کے پیش نظر ہر سورۃ کے ایک خاص مرکزی مضمون کا تعین کیا ہے اور اس طرح سورتوں میں تسلسل قائم کرنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔[۲]

تلامذہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حسین علی کے عظیم اور قابل قدر تلامذہ نے "علم المناسبۃ" سے متعلق کافی کام کیا ہے، جن میں سے کچھ کا تذکرہ ترتیب وفات کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ شیخ التفسیر مولانا محمد امیر بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حسین علی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے آپ نے آیات و سور پر "الدرر المنثور بربط آیۃ بآیۃ وسورۃٍ بسورۃ" تالیف کی ہے جو مکتبہ حسینیہ سیٹلائٹ ٹاون سرگودھا سے شائع ہوئی ہے۔

۲۔ مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

انھوں نے اپنی تفسیر "جواهر القرآن" میں "علم المناسبۃ" کو نہایت اچھے طریقہ سے استعمال کر کے ہر سورۃ کا ربط، خلاصہ اور مضامین کی تفصیل نہایت دل نشین انداز میں بیان کی ہے۔

۳۔ مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ علیہ

علم المناسبۃ اور ربط آیات و سور اور مطالب و خلاصہ جات سور سے متعلق آپ کی کتاب کا نام "سمط الدرر فی ربط الآیات والسور" ہے۔ ان کی اس فن سے متعلق ایک دوسری نہایت مفید کتاب "اللمعان من خلاصۃ

---

(۱) تھانوی، مولانا اشرف علی، سبق الغایات فی نسق الآیات، کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند

(۲) سندھی، عبید اللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ص:۱۶

سور القرآن" ہے۔علاوہ ازیں آپ کی کتاب "العرفان فی اصول القرآن" مذکورہ کتابوں کے اصولوں کی بہترین وضاحت ہے۔

مولانا حسین علی کے براہ راست تلامذہ کے علاوہ چند مزید نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا عبدالواحد بن نور محمد

مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند مولانا محمد طیب کے تلمیذ رشید مولانا عبدالواحد نے اپنے استاذ گرامی کے افادات کو "مخ القرآن فی ربط السور والامتیازات من الفرقان" میں جمع کیا ہے جو دار العلوم تعلیم القرآن ضلع صوابی صوبہ سرحد سے شائع ہوئی ہے۔

۲۔ مولانا عبداللہ

مولانا عبداللہ کی کتاب "نظم المرجان فی ارتباط سور القرآن" بھی اسی موضوع سے متعلق ہے۔ آپ ضلع سوات کے علاقے باغ، کے ایک مشہور عالم دین ہیں۔ اگرچہ یہ کتاب صرف ۷۳ صفحات پر مشتمل ہے لیکن سورتوں کی نظم و مناسبت میں موجود اسرار و حکم کا خزینہ ہے۔کتاب کے ناشر اور سن اشاعت کا ذکر نہیں۔ اس کے سٹاکسٹ اشاعت اکیڈمی (قصہ خوانی بازار پشاور) کے مالک ہیں۔

۳۔ سید عبدالسلام رستمی رحمۃ اللہ علیہ

پشاور کے معروف مفسر قرآن علامہ سید عبدالسلام رستمی رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی سورتوں کے اسماء کی مناسبت پر قابل قدر کتاب "القول المختصر فی ربط اسماء السور" جسے دار التفسیر جامعہ عربیہ پشاور نے شائع کیا۔

۴۔ علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اپنی معروف کتاب "علوم القرآن" میں نواں شبہ کے زیر عنوان قرآن کریم کی آخری منزل پر مشتمل اپنی غیر مطبوعہ تفسیر کا ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے ربط و مناسبت کو بنیاد بناتے ہوئے تفسیر قرآن کی خدمت سر انجام دی ہے۔ یہ تفسیر تا حال شائع نہیں ہو سکی۔

الغرض متقدمین نے نہ صرف یہ کہ اپنی تصنیفات میں نظمِ قرآن (نظمِ کلام) کی اصطلاح استعمال کی، بلکہ نظمِ کلام کو قرآن مجید کے اعجاز کا محل بھی قرار دیا۔ ان کے ہاں نظمِ قرآن سے مراد یہ تھا کہ قرآن مجید کے محض الفاظ و کلمات ہی معجزانہ حیثیت نہیں رکھتے اور نہ فقط ان کے معانی کا یہ حال ہے، کیونکہ یہی الفاظ و معانی تو عربوں کے ہاں بھی مروج تھے، البتہ ان الفاظ و معانی کی ترکیب سے جو کلام، قرآنی آیات اور قرآنی جملوں کی شکل میں پیش ہوتا تھا، وہ معجزہ تھا اور اس جیسی ترکیب پر مبنی ایک سورت بھی پیش کرنے سے کفار عاجز آ گئے تھے۔ لیکن ان کے ہاں نظمِ کلام سے مراد وہ مفہوم نہیں تھا جسے متاخرین میں مولانا فراہی واصلاحی اور دیگر حضرات نے متعارف کروایا ہے۔

نظم قرآن کی ضرورت و اہمیت

علوم قرآن کریم میں سے ایک علم نظم قرآن کا ہے جس کی بنیاد قرآن مجید کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر ہے۔ علم نظمِ قرآن میں جس طرح آیات کے باہمی ربط و نظم پر بحث کی جاتی ہے اسی طرح سورتوں کے باہمی ربط و نظم پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ گویا نظم قرآن کریم سے مراد قرآن حکیم کے کلمات، آیات اور سورتوں میں پائے جانے والے ربط اور تعلق کو بیان کرنا ہے۔ قرآن کریم کی ہر بات اپنی جگہ تو حسن و جمال اور پیکرِ رعنائی و دلکشی ہے ہی، لیکن یہ اقوالِ زریں کی طرح اکٹھا کیا گیا کوئی کلام نہیں کہ جس کے کلمات، آیات اور سورتوں میں کوئی ربط و تعلق موجود نہ ہو بلکہ پورے قرآن کریم میں ایک گہرا اور قوی تعلق موجود ہے اور ایک محکم ترتیب پر قائم ہے اور یہ ابتدا سے آخر تک اس طرح منظم اور مربوط کلام ہے کہ گویا یہ کلمہ واحدہ ہے۔ قرآن کریم میں موجود اس ربط و تعلق کو بیان کرنا یہاں تک کہ قرآن کریم میں مکمل ہم آہنگی ظاہر ہو اور یہ کلمہ واحدہ کا روپ دھار لے اسی کو اصطلاح میں نظم قرآن کریم یا مناسبات قرآن کریم کہا جاتا ہے اور یہی علم اسی ربط و تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو پورے قرآن کریم میں پایا جاتا ہے۔ الغرض یہ وہ علم ہے جس میں اس چیز سے بحث کی جاتی ہے کہ قرآن کریم کے کلمات، آیات اور سورتوں میں باہمی ربط اور ان کے مابین معنوی ربط کیا ہے۔

قرآنِ کریم جہاں رشد و ہدایت کا منبع ہے تو وہاں فصاحت و بلاغت اور ادبی جمال کا پیکرِ تمام بھی ہے۔ علماء ادب و بلاغت کے نزدیک وجوہِ اعجاز قرآنی میں سے بڑی وجہ اعجاز اس میں موجود نظم و مناسبت اور ارتباط و ترتیب ہے۔ ایک ہی سورت میں متعدد چیزوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ وعدہ و وعید، بشارت و نذارت، امثال و قصص اور اوامر و نواہی سب چیزیں زیر بحث آتی ہیں لیکن ہر موقع پر ایسی ترتیب اور مناسبت کے ساتھ کہ ایسے نظم و ارتباط کا تصور بھی عقل انسانی سے ماوراء ہے اور سب چیزیں اس جمال و دلکشی سے مربوط بیان کی جاتی ہیں جیسے ایک لڑی میں موتیوں کو پرو دیا گیا ہو اگر ایک لفظ کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے تو کلام کا حسن ماند پڑ جائے۔ اس لیے شروع سے آج تک علماء و مفسرین کی ایک کثیر تعداد قرآنِ مجید میں نظم و مناسبت کی قائل رہی ہے، اور انھوں نے مختلف زاویوں سے اس فن میں خدمات سر انجام دیں۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نظم عمدہ، الفاظ فصیح اور معانی حسین ہیں۔ اس نے توحید کی تعلیم دی، شرک سے اجتناب کی تلقین کی، اطاعتِ الٰہی پر ابھارا، حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے ضابطے بتائے، وعظ و تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول واضح کئے اور ان ساری تعلیمات کو نظم کی لڑی میں اس طرح منسلک کر دیا کہ ذرا سا دھاگہ ٹوٹا اور سارے موتی منتشر ہو گئے۔ قرآنی بلاغت ادب کے تمام اسالیب کی جامع ہے جس کی نظیر

انسانی وجود پیش نہیں کر سکتا۔ الفاظ کو اس طرح مربوط بنا دیا گیا ہے کہ اگر انہیں ان کے مخصوص مقام سے ہٹا کر کہیں اور رکھ دیا جائے تو مفہوم گڑبڑ ہو جائے یا وہ چاشنی اور رونق باقی نہ رہے جو قرآن میں موجود ہے"(۱)

"علم نظم قرآن" قرآن مجید کا علم کوئی محض ایک لفظی علم نہیں ہے جس کا عملی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو اور وہ فقط معلومات میں اضافے کا ہی سبب ہو بلکہ یہ علم قرآنی مراد کو سمجھنے کیلئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور قرآن کریم کی عظمتوں اور فضائل کے بے پناہ گوشے اس علم سے صرف نظر کر کے کبھی بھی سمجھے نہیں جاسکتے۔ جب بھی کسی کلام کو اس کے سیاق وسباق سے الگ کر کے دیکھا جائے گا تو اس کلام کی مراد اور اس کا مفہوم مبہمات کے پردوں میں گم ہو تا جائے گا اور کسی بھی بات کو اس کے پس منظر میں دیکھنا اس کی مراد سمجھنے کیلئے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر قرآن مجید کو نظم و مناسبت کی روشنی میں نہ پڑھا جائے تو قرآن مجید کا مقصود نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور مناسبت وارتباط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قرآن مجید کا مطالعہ کرنا قرآن مجید کے اسرار ورموز سے پردہ سرکانے میں خضر راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ علم قرآن کریم سے تعلق پیدا کرنے کا مرکزی ذریعہ بھی ہے اور قرآن حکیم کے پیغام کو سمجھنے کی کلیدی ذریعہ بھی ہے۔

قاضی عبد الجبار معتزلی اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ فصاحت مفرد کلمات میں نہیں ہوتی، بلکہ ایک مخصوص طریقہ کو اختیار کر کے کلام میں نظم و ارتباط پیدا کرنے سے فصاحت پیدا ہوتی ہے۔ نظم و تالیف کے ساتھ ہر لفظ کی ایک صفت ہونی چاہیے۔ یہ صفت بسا اوقات نظم و ترکیب سے اپنا مقام بناتی ہے اور کبھی اعراب کے ذریعہ اور کبھی موقع و محل سے امتیاز حاصل کر لیتی ہے۔ ان تینوں کے علاوہ کوئی چوتھی شکل نہیں ہے"(۲)

"علم نظم قرآن"، قرآن مجید کے خزانوں اور اس کی حکمتوں کی کلید ہے جس طرح یہ قرآن کریم کے اسرار ورموز میں سے ایک راز ہے اسی طرح اس چیز نے قرآن مجید کو ایک ایسا سمندر بنا دیا ہے جس کی گہرائیوں کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اور اسے ایک ایسا خزانہ بنا دیا جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس تناظر میں فرماتے ہیں:

"اکثر لطائف القرآن مودعة فی الترتیبات والروابط"(۳)

---

(۱) خطابی، حمد بن محمد، البیان فی اعجاز القرآن، تصحیح: ڈاکٹر عبد العلیم، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، س ن، ص:۹

(۲) اسد آبادی، عبد الجبار، المغنی فی ابواب التوحید والعدل، وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی، ایران، ۱۲/ ۲۰۰، ۱۱۹

(۳) سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ۳/ ۲۷۳

قرآن مجید کے اکثر لطائف اس کی ترتیب اور نظم وارتباط میں پنہاں ہیں۔

قرآن مجید میں مختلف قسم کا بیان مثلاً ایمان و کفر، وعدہ و وعید، حالات و واقعات، قصص و مواعظ، تبشیر و انذار ، اور تعمیر شخصیت کے متعدد گوشے پہلو بہ پہلو بیان کئے جاتے ہیں۔ ان مختلف چیزوں کو اکٹھا بیان کرنے میں کہیں بھی نظم وارتباط میں خلل نہیں پڑتا۔ سب کچھ اتنی خوبصورت مناسبت وارتباط سے بیان کیا جاتا ہے کہ عقل انسانی ششدر رہ جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے قرآن کریم جیسا نظم وارتباط بشری استعداد سے ماوراء ہے اور یہ قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ قرآن کریم کی وجوہ اعجاز میں ایک اہم وجہ قرآن کریم کی مناسبت اور اس کا ارتباط بھی ہے۔ اسی لیے جاحظ نے اپنی کتاب نظم القرآن میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز اس کی نظم و مناسبت میں پوشیدہ ہے۔[۱]

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ اِلَیهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ...﴾[۲] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> ”جو اس سورۃ کے نظم و مناسبت اور اس کی ترتیب کے حسن میں غور کرے گا وہ اس بات کو جان لے گا کہ قرآن مجید جیسے فصاحت الفاظ اور شرف معانی میں معجزہ ہے وہ اسی طرح اپنی ترتیب اور نظم آیات میں بھی معجزہ ہے اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ قرآن مجید اپنے اسلوب کے اعتبار سے معجزہ ہے تو اسلوب سے ان کی مراد خواہ نظم وارتباط ہی ہو“[۳]

ڈاکٹر مصطفی مسلم نظم قرآن کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ہم نے قرآن کریم کی نظم و مناسبت میں غور کیا۔ ہم نے پایا کہ قرآن کریم مختلف اشیاء کو خوبصورت نظم و تالیف اور مکمل پختگی سے بیان کرتا ہے۔ جس میں نہ کہیں اختلاف ہوتا ہے نہ ہی کلام کی روانی متاثر ہوتی ہے اور نہ ہی کلام کا جوبن ٹوٹتا ہے۔ اسی طرح چھوٹی یا بڑی آیات میں بھی کلام کی بلاغت یکساں رہتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قصہ کو بیان کرتے ہوئے لوگوں کے کلام میں بڑا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے لیکن قرآن کریم جب ایک ہی قصہ کو بار بار بیان کرتا ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا، بلکہ اس میں انتہا درجے کی فصاحت و بلاغت اور بہترین نظم و مناسبت پائی جاتی ہے۔“[۴]

---

(۱) فہد بن عبد الرحمن، خصائص القرآن الکریم، ریاسۃ ادارات البحوث العلمیۃ، ریاض، طبع سوم:۱۴۰۹ھ، ص:۲۱

(۲) سورۃ البقرہ:۲۸۵

(۳) فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، ۸/ ۱۳۷

(۴) مصطفی مسلم، مباحث فی اعجاز القرآن، دار القلم، دمشق، طبع چہارم:۲۰۰۳ء، ص:۸۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا یرِیدُ اللّٰہُ لِیذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیتِ وَیطَھِّرَکُمْ تَطْھِیرًا﴾(۱)

اے اہل بیت اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کرے اور تمہیں ایسا پاک کر دے جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔

کی تفسیر میں ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کرنا اس لئے درست نہیں کہ اس آیت کریمہ کا سیاق وسباق نازل ہی ازواج مطہرات کے متعلق ہوا ہے۔ اگر نظم و مناسبتِ قرآن کریم کی رعایت کرتے ہوئے قرآن مجید کی تفسیر کی جائے گی تو بے تحاشا اختلافات ختم ہوسکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِذْ قَالَ یوْسُفُ لِاَبِیہِ یاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیتُھُمْ لِیْ سٰجِدِینَ﴾(۲)

جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا، اے میرے باپ! میں نے گیارہ ستاروں، ایک سورج اور ایک چاند کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مرزا علی محمد باب (۱۸۲۱ء-۱۸۵۰ء) نے لکھا ہے:

"اس آیت میں یوسف سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ ایک روز حضرت حسین نے اپنے والد سے کہا کہ میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے، چاند اور سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ اس آیت میں سورج سے مراد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چاند سے مراد نبی کریم ﷺ اور ستاروں سے مراد ائمہ اہل بیت ہیں۔"(۳)

اگر قرآن کریم کی نظم و مناسبت کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو اس تفسیر کا بطلان بالکل واضح ہے کیونکہ جب یہاں قصہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے تو درمیان میں ائمہ اہل بیت کا تذکرہ کیسے آگیا؟

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں نظم و مناسبت کا اثبات صرف کوئی لفظی بحث نہیں بلکہ قرآن مجید کے اعجاز کو ثابت کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے اور نظم و مناسبت سے قرآن کریم کے اسرار و رموز ایک انسان پر کھلتے چلے جاتے ہیں۔

علم نظم قرآن کے فوائد و ثمرات

---

(۱) سورۃ الاحزاب:۳۳

(۲) سورۃ یوسف:۴

(۳) ذہبی، علامہ محمد حسین، التفسیر والمفسرون، دار الحدیث، قاہرہ، ۲/ ۲۲۲

علم نظم کے بہت سے فوائد و ثمرات ہیں جن میں سے چند ایک کا اختصار سے جائزہ لیا جا رہا ہے۔

اعجاز القرآن

قرآن کریم کی وجوہ اعجاز میں ایک اہم وجہ قرآن کریم کا علم نظم و مناسبت ہے۔ قرآن مجید میں نظم و مناسبت کا اثبات صرف کوئی لفظی بحث نہیں بلکہ قرآن مجید کے اعجاز کو ثابت کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ قرآن کریم میں جو نظم و تالیف پائی جاتی ہے اس کی تقلید کسی بھی طرح ممکن نہیں، قرآن کریم جیسا نظم وارتباط بشری استعداد سے ماورا ہے اور یہ قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا﴾[۱] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس آیت کے سبب نزول کے متعلق منقول ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق اتری ہے جو از راہ عناد کہتے تھے کہ اگر قرآن مجید کسی عجمی زبان میں اتارا جاتا تو بہتر ہوتا۔ لیکن میرے نزدیک اس طرح کی باتیں کہنا قرآن مجید پر ظلم عظیم ہے کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ قرآن مجید کی آیات میں باہم کوئی ربط و تعلق نہیں ہے حالانکہ یہ کہنا قرآن مجید پر بہت بڑا اعتراض ہے ایسی صورت میں قرآن کو معجزہ ماننا تو الگ رہا اس کو ایک مرتب کتاب کہنا بھی مشکل ہے۔ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یہ سورۃ شروع سے آخر تک ایک مربوط کلام ہے۔"[۲]

قرآن کریم کی وجوہ اعجاز میں سے ایک اہم وجہ علم نظم کا ہونا ہے۔ اس تناظر میں شیخ عبد القاہر الجرجانی[۳] ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"جب عربوں کو یہ چیلنج کیا گیا کہ وہ کلام کریم کی مثل بنالائیں تو اس وقت وہ قرآن مجید کی ان مخصوص خوبیوں کو ضرور جانتے ہوں گے جو وہ اپنی عبارات میں پیدا نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ بات بالکل عبث ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی کام کے کسی خاص پہلو کی طرف اشارہ کئے بغیر دوسرے آدمی سے یہ کہے کہ تم میری طرح یہ کام نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کی یہ خاص خوبی صرف اس کے الفاظ، حروف، اعراب اور اس کے مسجع جملوں میں ہی مخصوص نہیں ہو سکتی

---

(۱) سورہ حم السجدہ:۴۱/ ۴۴

(۲) التفسیر الکبیر:۲/ ۱۳۳

(۳) عبد القاہر بن عبد الرحمن محمد ابو بکر الجرجانی: لغت عرب کے امام تھے۔ اعجاز القرآن پر سند تصور کئے جاتے تھے۔ ان کی مشہور کتابوں میں دلائل الاعجاز اور الرسالۃ الشافعیۃ شامل ہیں۔ ۴۷۱ھ میں فوت ہوئے۔ (السیوطی، جلال الدین، بغیۃ الوعاۃ: ۲/ ۱۰۶، المکتبۃ العصریۃ، بیروت

کیونکہ عربوں کے نزدیک اس چیز کی مثل لانا کوئی مشکل نہ تھا۔ اس لئے قرآن مجید کی وہ خاص خوبی اس کی ترتیب اور الفاظ کی نظم و مناسبت میں ہی ہے جو ایسے مضامین پر مشتمل ہے جو نزول قرآن سے پہلے معلوم نہ تھے۔"[۱]

اسرارِ کلام سے آگاہی

علم نظم و مناسبت ہی قرآن کریم کے مقصود اور اس کے متعلقات کی طرف رہنمائی کرتی ہے قرآن مجید کو نظم و مناسبت کی روشنی میں نہ پڑھا جائے تو قرآن مجید کا مقصود نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ جو بھی نظم و مناسبت سے ناواقف ہو وہ آیات کے مطالب و مفاہیم تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وہ چیز ہے جو احکام کو ان کی کامل ترین صورت میں ظاہر کرتی ہے۔ اگر ہم نظم آیات سے آگاہ نہ ہوں تو ہم بہت سے معاملات کا ادراک نہیں کر سکتے اور ان کی قدر و اہمیت سے ناواقف رہتے ہیں۔ علم نظم، قرآن حکیم کے خزانوں اور اس کی حکمتوں کی کلید ہے جس طرح یہ قرآن کریم کے اَسرار و رموز میں سے ایک راز ہے اسی طرح اس چیز نے قرآن مجید کو ایک ایسا سمندر بنا دیا ہے جس کی گہرائیوں کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور اسے ایک ایسا خزانہ بنا دیا جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

علامہ مہائمی[۲] لکھتے ہیں:

"یہ خیرات و برکات اور نظم قرآن کے نکتے، جنہیں مجھ سے پہلے جن و انس میں سے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا اور میری کیا مجال تھی کہ میں انہیں چھوتا کیونکہ قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔ رب قدیر نے محض اپنے فضل سے مجھ پر بہت بڑا کرم فرمایا کہ میں اعجاز القرآن کی متعدد صورتوں کو اس کی نظم و مناسبت اور ترتیب آیات کے حسن و جمال کو آشکارا کروں جبکہ اس سے پہلے ان پر اخفا کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس سے مجھ پر واضح ہوا کہ قرآن مجید کے کلمات جامع ہیں اس کی آیات روشن ہیں اور کوئی اس کے کلمات کو بدلنے والا نہیں ہے"[۳]

اس سے واضح ہوا کہ نظم و مناسبت سے قرآن کریم کے اسرار و رموز ایک انسان پر کھلتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد کرنے کی دلیل قرآن مجید کی نظم و مناسبت سے ہی ملی تھی

---

(۱) الجرجانی، عبد القاهر، دلائل الإعجاز، ص:۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸

(۲) علامہ علی بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل: ۷۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے جید علماء میں سے ہیں۔ مفسر بھی تھے اور عظیم صوفی بھی، بمبئی کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ۸۳۵ھ میں فوت ہوئے اور وہی دفن ہوئے۔ (علامہ مہائمی، مقدمہ تفسیر تبصیر الرحمن، مکتبۃ فاروقیہ، پشاور- شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فی سر الابرار، ، ص: ۴۷، مطبع مجتبائی، دہلی۔

(۳) تفسیر تبصیر الرحمن: ۱/۱

کہ جب منکرین صلوٰۃ کے خلاف جہاد ضروری ہے تو منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیوں نہیں کیا جائے گا جبکہ قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر عموماً اکٹھا کیا جاتا ہے۔ آپ نے اس موقع پر فرمایا تھا:

"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکاۃ فان الزکاۃ حق المال و اللہ لو منعونی عقالاً کانوا یودونھا الی رسول اللہ لقاتلتھم علی منعھا"(١)

بخدا! میں ہر اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے خدا کی قسم! اگر وہ مجھے اونٹ کی ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں جسے وہ حضور ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا۔

مولانا امین احسن اصلاحی جن کی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ قرآن کریم کی خدمت اور نظم و مناسبت کے اثبات میں گزرا اور جنہوں نے اپنے مطالعہ اور جدوجہد کا ماحاصل اپنی تفسیر "تدبر قرآن" کی شکل میں پیش کیا۔ وہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"جو شخص دین کی حکمت سمجھنا چاہئے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خیر و شر کے ان تمام مراحل و مراتب سے اچھی طرح واقف ہو، ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ دق کا پتہ دینے والی بیماری کو نزلے کا پیش خیمہ سمجھ بیٹھے اور نزلے کی آمد آمد کو دق کا مقدمۃ الجیش قرار دے دے۔ قرآن کی یہ حکمت اجزائے کلام سے نہیں بلکہ تمام تر نظم کلام سے واضح ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص ایک سورۃ کی الگ الگ آیتوں سے تو واقف ہو لیکن سورۃ کے اندر ان آیتوں کے باہمی حکیمانہ نظم سے واقف نہ ہو تو اس حکمت سے وہ کبھی آشنا نہیں ہو سکتا"(٢)۔

وحدتِ امت

اختلاف نے امت کے وجود کو جو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔ اس اختلاف کی بنیادی وجہ اور سبب قرآن کریم کی نظم و مناسبت سے اعراض کرنا ہے۔

کیونکہ ہر فرقہ وہ اپنے عقائد کو قرآن مجید سے ثابت کرتا ہے اور وہ اس مقصد کے حصول کیلئے آیات کریمہ کو ان کے سیاق و سباق سے بالائے طاق رکھ کر اور قرآن کریم کی نظم و مناسبت سے اعراض کر کے اپنی مرضی خود ساختہ معانی اخذ کر لیتا ہے۔ اگر قرآنی آیات کا مفہوم مناسبت و ارتباط کے تناظر میں طے کیا جاتا تو وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا

---

(١) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ، رقم الحدیث: ١٣١٢، دار ابن کثیر الیمامۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ١٤٠٨ھ / ١٩٨٧ء

(٢) مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ١ / ٢١، فاران فائونڈیشن، لاہور، ١٤١٨ھ / ١٩٩٨ء

تھا۔ اور امت وحدت ویگانگت کی لڑی میں پروئی رہتی۔ چنانچہ جب قرآن کریم کی تفسیر میں نظم وارتباط کا التزام ترک کر دیا گیا تو ایک آیت کی بہت سی عجیب وغریب تاویلات کرنا بھی ممکن ہو گیا اور پھر جس نے جو چاہا کہتا چلا گیا اور امت میں اختلاف کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی اور کس طرح امت کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾(۱)

تمہارے دوست صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور اہل ایمان ہیں وہی جو نماز قائم کرتے، زکوۃ دیتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "ولی" سے استنباط کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہوئے شیخ طبرسی (م-۴۶۰ھ) لکھتے ہیں:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اور امامت کے مستحق ہیں کیونکہ اس آیت میں فرمایا گیا کہ تمہارا ولی اللہ، اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان ہیں اور اس آیت میں اہل ایمان سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ یہاں مومنین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔ اس آیت کے مصداق صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ نے ہی حالت رکوع میں زکوۃ دی تھی۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ولی ہوئے اور ولی کا معنی اَوْلیٰ اور اَحَقّ ہے۔ سو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں پر متصرف اور ان کے حاکم ہوئے اور یہی خلافت اور امامت کا معنی ہے۔ لہٰذا اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ولی یعنی ان کے امام اور خلیفہ ہیں۔"(۲)

اگر مناسبت وارتباط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو شیخ طبرسی کا استدلال بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ یہاں زیر بحث مسئلہ خلافت نہیں تھا بلکہ دوستی اور محبت کس سے رکھنی چاہیے اور کس سے نہیں۔ یہ آیت کریمہ جس سلسلہ کلام میں آئی ہے اس کی ابتدا اس آیت کریمہ سے ہو رہی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّه مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۳)

---

(۱) سورہ المائدہ:۵/ ۵۵

(۲) شیخ طبرسی، التبیان فی تفسیر القرآن، ۳/ ۵۵۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۳) سورہ المائدہ:۵/ ۵۱

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

قرآن مجید کی یہ مناسبت واضح کر رہی ہے کہ یہاں ولی سے مراد محبوب اور دوست ہے۔ اگر نظم و مناسبتِ قرآن کریم کی رعایت کرتے ہوئے قرآن مجید کی تفسیر کی جائے گی تو امت کے بہت سے اختلافات ختم ہو جائیں گے۔

اس پس منظر میں امام حمید الدین فراہی لکھتے ہیں:

"مجھے اندیشہ ہے کہ ممکن ہے کہ عداوت اور بغض جس کی وبا آج مسلمانوں میں پھوٹ پڑی ہے اس بات کا نتیجہ ہو کہ ہم نے نظم قرآن کو نظر انداز کر کے خود قرآن کے ایک حصہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس فتنہ کا دبنا مشکل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کلام الٰہی کے معانی کے بارہ میں ہماری رائیں مختلف ہو جائیں گی تو لازماً ہماری خواہش اور ہمارے ارادے بھی مختلف ہو جائیں گے اور ہمارا حال وہی ہو جائے گا جو اہل کتاب کا ہوا۔ صرف فرق یہ ہو گا کہ ان کے لئے آخری بعثت اور آخری صحیفہ کے ذریعہ سے اصلاح حال کا موقع باقی تھا اور ہمارے لئے آخری چارہ کار صرف یہی قرآن ہے"[1]۔

تاویلِ صحیح کی طرف رہنمائی

جب کسی بھی آیت مبارکہ کی تاویل میں اختلاف پایا جائے تو نظم و مناسبت کا التزام ہی اس وقت احسن تاویل کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ آج ہر شخص اپنے خیال اور مسلک کے مطابق قرآن کی تاویل کر رہا ہے اور کلام کو اس کی صحیح سمت سے ہٹا کر جس وادی میں چاہتا ہے اس کو گھسیٹتے پھرتا ہے۔ علم نظم ہی وہ واحد چیز ہے جو صحیح سمت کو متعین کر سکتی ہے۔ جس سے اہل بدعت کی تحریفات سے بچا جا سکتا ہے۔ گویا نظم و مناسبت کے التزام سے صحیح تاویل کا تعین ہو ممکن ہے اور اس طرح ہر موقع پر نظم و مناسبت کا التزام احسن تاویل کیلئے مشعل راہ ہوتا ہے۔

امام حمید الدین فراہی بیان کرتے ہیں:

"تاویل کا بیشتر اختلاف نتیجہ ہے اس بات کا کہ لوگوں نے آیات کے اندر نظم کا لحاظ نہیں رکھا ہے اگر نظم کلام ظاہر ہوتا اور سورۃ کا عمود یعنی مرکزی مضمون واضح طور پر سب کے سامنے ہوتا تو تاویل میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہوتا بلکہ سب ایک ہی جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے اور سب کے منہ سے ایک ہی صدا بلند ہوتی﴿ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾[2] (ایک بار آور

(۱) حمید الدین فراہی، مجموعہ تفاسیر فراہی، ص: ۳۰، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء

(۲) سورہ ابراہیم: ۱۴/ ۲۴

درخت کے مانند جس کی جڑ زمین کے اندر دھنسی ہوئی اور جس کی شاخیں فضا میں پھیلی ہوئی ہیں)۔ اور سارے مسلمان اللہ کی رسی کو متحد ہو کر تھام لیتے۔"[۱]

عنایت اللہ سبحانی رقمطراز ہیں:

" النظام هو الدليل الى صحيح التاويل اذا اشتبهت الوجوه وكثرت الاحتمالات"[۲]

جب بہت سی وجوہات کا امکان اور بہت زیادہ احتمالات پائے جاتے ہوں تو اس وقت نظم و مناسبت ہی صحیح تاویل کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَه بِيَمِيْنِه فَأُولٰئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴾[۳]

ہم ہر شخص کو اس دن اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ پس جسے اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا تو وہ اپنے نامہ اعمال کو پڑھیں گے اور ان پر بال برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تاؤیل میں درج ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

"یہاں امام سے مراد ان کا نبی ہے۔۔۔ دوسرا قول ضحاک اور ابن زید کا ہے کہ یہاں امام سے مراد ان کی کتاب ہے یعنی قرآن والوں کو اے اہل قرآن! اور تورات والوں کو اے اہل تورات! کہہ کر پکارا جائے گا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہاں امام سے مراد ان کے نامہ اعمال ہیں۔ یہ حسن، ربیع اور ابو العالیہ کا قول ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ امام سے مراد ان کی مائیں ہیں اس قول کو امام رازی نے خود ہی رد کر دیا ہے اور پانچواں قول ان کے اخلاق فاضلہ یا فاسدہ ہیں۔"[۴]

اگر نظم و مناسبت کا التزام کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ آیت مبارکہ میں امام سے مراد ان کا نامہ اعمال ہے کیونکہ انہیں امام کے ساتھ بلانے کے بعد فرمایا:

﴿فمن اوتی کتابه بيمينه﴾

پس جسے اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔

لفظ ف سے واضح ہوتا ہے کہ امام سے مراد کتاب ہی ہے اور حدیث میں بھی اس کی تصریح ہے رسول

---

(۱) مجموعہ تفاسیر فراہی، ص:۲۹

(۲) البرھان فی علوم القرآن، ص:۲۳

(۳) سورہ بنی اسرائیل:۱۷/ ۷۱

(۴) التفسیر الکبیر، ص:۲۱/ ۱۷

اللہ ﷺ نے ﴿یوم ندعو کل اناس بإمامهم﴾ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے:

"یدعی احدهم فیعطی کتابه بیمینه"[۱]

ان میں سے ہر ایک کو بلایا جائے گا اور اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

اس سے واضح ہوا کہ مناسبت وارتباط کا التزام ہی وہ واحد ہے جو احسن تأویل کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

استنباط مسائل کا ذریعہ

نظم و مناسبت کے التزام کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے قرآن کریم سے مسائل مستنبط کرنے میں رہنمائی ملتی ہے۔یہی چیز مسائل کے استنباط میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾[۲]

پس اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

لغت عرب میں نحر کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔اس بارے میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

"نحر کا لفظ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے۔مثلاً نماز کے افعال جیسے استقبال قبلہ، دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا، سینہ تک ہاتھ اٹھانا، نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرنا اور جانور کو ذبح کرنا نَحَرَ الْبَهِیمَةَ کا معنی ہے اس نے جانور کو ذبح کیا۔"[۳]

نَحَرَ کا لفظ اگرچہ متعدد معانی میں مستعمل ہے لیکن نظم و مناسبت کا التزام جس اَحسن تاویل کو متعین کرتا ہے وہ جانور کو ذبح کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے بعد زکوٰۃ کا حکم دیا اور یہاں بھی نماز کے بعد نحر کا حکم ہے اور قربانی بمنزلہ زکوٰۃ کے ہے اور مشرکین مکہ نمازیں بھی بتوں کے لئے پڑھتے تھے اور قربانی بھی بتوں کیلئے کرتے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے اسی ترتیب سے دونوں کام اپنی ذات کیلئے مخصوص کر لئے ہیں۔

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَلَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[۴]

---

(۱) ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، جامع ترمذی، ص:۲/ ۱۴۶، ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ بنی اسرائیل، سعید کمپنی، کراچی

(۲) سورہ الکوثر:۱۰۸/ ۲

(۳) التفسیر الکبیر، ص:۳۳/ ۱۳۲

(۴) سورہ النحل:۱۶/ ۵-۸

اور اس نے چوپائے پیدا کئے جن سے تمہیں گرم لباس ملتا ہے اور کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں اور بعض کو تم کھاتے بھی ہو اور ان میں تمہارے لئے خوبصورتی ہے جب تم شام کو انہیں لاتے ہو اور صبح کے وقت چھوڑتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ ان مقامات تک پہنچاتے ہیں جہاں تک تم سخت محنت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بے شک تمہارا رب بڑا شفیق مہربان ہے۔ اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کیلئے بھی اور وہ ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کا ذکر کیا کہ تم ان سے گرم لباس بناتے اور انہیں کھاتے بھی ہو اور پھر گھوڑے، گدھے اور خچر کا ذکر کیا اور ان کے متعلق بتایا کہ وہ تمہارے لئے زینت ہیں اور تمہاری سواری کے کام آتے ہیں۔ ان جانوروں کا ذکر چوپاؤں کے ساتھ نہ کرنا اس چیز کی دلیل ہے کہ یہ جانور کھانے کیلئے نہیں بلکہ سواری اور زینت کیلئے ہیں۔ اگر یہ بھی کھانے کیلئے ہوتے تو ان کا ذکر بھی انہیں کے ساتھ کر دیا جاتا اور ان کی تخلیق کی علت کو الگ ذکر نہ کیا جاتا۔

ملا احمد جیون انبیٹھوی[۱] لکھتے ہیں:

”اس آیت سے مقصود جیسا کہ امام ابو حنیفہ نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے کہ گھوڑا، گدھا اور خچر حرام ہے اس کی وجہ جیسا کہ کشاف، مدارک اور ہدایہ باب الذبائح میں ذکر کی گئی ہے یہ ہے کہ یہ احسان کے تذکرہ میں نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ زینت اور سواری کیلئے فرما کر ان کا احسان یاد دلایا۔ ثابت ہوا کہ ان اشیاء میں نعمت کا کمال یہی چیزیں ہیں کیونکہ حکیم کبھی بھی اعلیٰ نعمت کے ہوتے ہوئے ادنیٰ نعمت کا احسان نہیں جتلاتا پس ثابت ہوا کہ گھوڑا، گدھا اور خچر کا کھانا جائز نہیں“[۲]۔

استنباط مسائل اور الجھے ہوئے مسائل کو حل کرنے کے لیے نظم و مناسبت قرآن کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔

❁❁❁

(۱) احمد جیون بن ابی سعید بن عبد اللہ: ۱۰۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور کتابوں میں نور الانوار اور التفسیرات الاحمدیہ شامل ہیں۔ ۱۱۳۰ھ دہلی میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین، ص:۱/ ۲۳۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت

(۲) ملا احمد جیون انبیٹھوی، التفسیرات الاحمدیہ، ص:۴۹۳، مکتبۃ الحرم، اردو بازار، لاہور